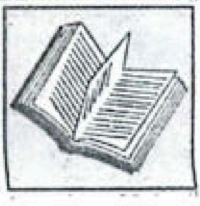

۶ شروع قصّے کا

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے، تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھ اور موضوع بیان کر سکیں۔
- افسانوی غیر افسانوی انتخاب پڑھ کر اس میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- مختلف نثری اصنافِ ادب (کہانی، داستان، ڈراما، ناول) پڑھ کر ان کے ادبی اسلوب میں امتیاز کر سکیں۔
- منظوم یا منثور کسی بھی دو اصنافِ ادب کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے تبصرہ کر سکیں۔
- عالمی، ثقافتی، معاشرتی، معاشی اور سماجی رابطوں کے لیے مختلف تحاریر پڑھ سکیں اور ان سے معلومات اخذ کر سکیں۔
- مختلف عبارتیں پڑھ کر ان میں درج معلومات اور تصورات کی پیش کش پر تبصرہ کرتے ہوئے قارئین پر ان کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- درخواست، رسمی غیر رسمی خطوط، دعوت نامے، تہنیت نامے کی تحریری یا برقی (ای میل) تشکیل کر سکیں۔
- تراکیب لفظی کی شناخت کر سکیں اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی تحریر میں اس کا استعمال کر سکیں۔

خاص	بادِ تند	اِسم بامسمّیٰ	چور چکار	مانندِ تارِ عنقیش	خزانۂ غیب
الفاظ	صبح خیزے	تسلیمات و کورنشات	رَعیّت	نوبَت خانے	نیست و نابود

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو مختلف اصنافِ ادب (کہانی، ناول، افسانہ، ڈراما، داستان) کو پڑھ کر ان کے اسلوب میں امتیاز کرنے کے طریقوں سے روشناس کرائیں۔
- کوئی سی بھی دو اصنافِ ادب (نثری یا شعری) کے درمیان موازنہ کر کے تبصرہ کرنے کے اصول و ضوابط سے متعارف کرائیں۔

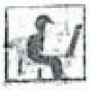

پڑھیں

> پریاں، جن بھوت، بادشاہ، شہزادے اور دیگر مافوق الفطرت عناصر کس قسم کی کہانی کا اہم حصہ ہوتے ہیں؟

اب آغاز قصے کا کرتا ہوں، ذرا کان دھر کر سنو اور منصفی کرو۔ سیر میں چار درویش کی یوں لکھا ہے اور کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک میں کوئی شہنشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اُس کی ذات میں تھی۔ نام اُس کا آزاد بخت اور شہر قسطنطنیہ (جس کو استنبول کہتے ہیں) اُس کا پائے تخت تھا۔ اُس کے وقت میں رعیت آباد، خزانہ معمور، لشکر مرفّہ، غریب غربا آسودہ؛ ایسے چین سے گزران کرتے اور خوشی سے رہتے کہ ہر ایک کے گھر میں دن عید اور رات شب برات

تھی اور جتنے چور چکار، جیب کترے، صبح خیزے، اُٹھائی گیرے، دغا باز تھے؛ سب کو نیست و نابود کر کر، نام و نشان اُن کا اپنے ملک بھر میں نہ رکھا تھا۔ ساری رات دروازے گھروں کے بند نہ ہوتے اور دکانیں بازار کی کھلی رہتیں۔ راہی، مسافر، جنگل، میدان میں سونا اُچھالتے چلے جاتے؛ کوئی نہ یہ پوچھتا کہ تمھارے مُنھ میں کَے دانت ہیں اور کہاں جاتے ہو؟

اُس بادشاہ کے عمل میں ہزاروں شہر تھے اور کئی سلطان نعل بندی دیتے۔ ایسی بڑی سلطنت پر ایک ساعت اپنے دل کو خدا کی یاد اور بندگی سے غافل نہ کرتا۔ آرام دنیا کا، جو چاہیے، سب موجود تھا، لیکن فرزند (کہ زندگانی کا پھل ہے) اس کی قسمت کے باغ میں نہ تھا۔ اس خاطر اکثر فکر مند رہتا اور پانچوں وقت کی نماز کے بعد اپنے کریم سے کہتا کہ اے اللہ! مجھ عاجز کو تُو نے اپنی عنایت سے سب کچھ دیا، لیکن ایک اس اندھیرے گھر کا دِیا نہ دیا۔ یہی ارمان جی میں باقی ہے کہ میرا نام لیوا اور پانی دیوا کوئی نہیں اور تیرے خزانہ غیب میں سب کچھ موجود ہے، ایک بیٹا جیتا جاگتا مجھے دے، تو میرا نام اور اس سلطنت کا نشان قائم رہے۔

اِسی امید میں بادشاہ کی عمر چالیس برس کی ہو گئی۔ ایک دن شیش محل میں نماز ادا کر کر وظیفہ پڑھ رہے تھے؛ ایک بارگی آئینے کی طرف خیال جو کرتے ہیں، تو ایک سفید بال مونچھوں میں نظر آیا کہ مانندِ تارِ مقیش کے چمک رہا ہے۔ بادشاہ دیکھ کر آب دیدہ ہوئے اور ٹھنڈی سانس بھری۔ پھر دل میں اپنے سوچ کیا کہ افسوس! تُو نے اِتنی عمر ناحق برباد دی اور اس دنیا کی حرص میں ایک عالم کو زیر و زبر کیا۔ اِتنا ملک جو لیا، اب تیرے کسی کام آوے گا! آخر یہ سارا مال اسباب کوئی دوسرا اڑاوے گا۔ تجھے تو پیغام موت کا آ چکا۔ اگر کوئی دن جیے بھی، تو بدن کی طاقت کم ہو گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری تقدیر میں نہیں لکھا کہ وارِث چھتر اور تخت کا پیدا ہو۔ آخر ایک روز مرنا ہے اور سب کچھ چھوڑ جانا ہے؛ اِس سے یہی بہتر ہے کہ میں ہی اسے چھوڑ دوں اور باقی زندگی اپنے خالق کی یاد میں کاٹوں۔

یہ بات اپنے دل میں ٹھہرا کر، پائیں باغ میں جا کر، سب مُجرائیوں کو جواب دے کر فرمایا کہ کوئی آج سے میرے پاس نہ آوے، سب دیوانِ عام میں آیا جایا کریں اور اپنے کام میں مستعد رہیں۔ یہ کہ کر آپ ایک مکان میں جا بیٹھے اور مصلا بچھا کر عبادت میں مشغول ہوئے۔ سوائے رونے اور آہ بھرنے کے کچھ کام نہ تھا۔ اِسی طرح بادشاہ آزاد بخت کو کئی دن گزرے۔ شام کو روزہ کھولنے کے وقت ایک چھوہارا کھاتے اور تین گھونٹ پانی پیتے اور دن رات جانماز پر پڑے رہتے۔

اس بات کا باہر چرچا پھیلا۔ رفتہ رفتہ تمام ملک میں خبر پھیل گئی کہ بادشاہ نے بادشاہت سے ہاتھ کھینچ کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ چاروں طرف غنیموں اور مفسدوں نے سر اٹھایا اور قدم اپنی حد سے بڑھایا۔ جس نے چاہا ملک دبا لیا اور سرانجام سرکشی کا کیا۔ جہاں کہیں حاکم تھے، اُن کے حکم میں خللِ عظیم واقع ہوا۔ ہر ایک صوبے سے عرضی بد عملی کی حضور میں پہنچی۔ اُمرا جتنے تھے جمع ہوئے اور صلاح مصلحت کرنے لگے۔ آخر یہ تجویز ٹھہری کہ نواب وزیر؛ عاقل اور دانا ہے اور بادشاہ کا مقرّب اور معتمد ہے اور درجے میں بھی سب سے بڑا ہے؛ اُس کی خدمت میں چلیں، دیکھیں وہ کیا مناسب جان کر کہتا ہے۔

سب عمدہ، امیر، وزیر کے پاس آئے اور کہا: بادشاہ کی یہ صورت اور ملک کی وہ حقیقت؛ اگر چندے اَور تغافل ہوا، تو اس محنت کا ملک لیا ہوا مفت میں جاتا رہے گا، پھر ہاتھ آنا بہت مشکل ہے۔ وزیر پرانا، قدیم، نمک حلال اور عقل مند، نام بھی خرد مند، اسم با مسمیٰ تھا، بولا: اگرچہ بادشاہ نے حضور میں آنے کو منع کیا ہے؛ لیکن تم چلو، میں بھی چلتا ہوں؛ خدا کرے بادشاہ کی مرضی آوے جو روبرو بلاوے۔ یہ کہ کر سب کو اپنے ساتھ دیوانِ عام تلک

لایا۔ اُن کو وہاں چھوڑ کر آپ دیوانِ خاص میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں محلی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ یہ پیر غلام حاضر ہے، کئی دنوں سے جمالِ جہاں آرا نہیں دیکھا؛ امیدوار ہوں کہ ایک نظر دیکھ کر قدم بوسی کروں تو خاطر جمع ہو۔

یہ عرض وزیر کی بادشاہ نے سنی؛ از بس کہ قدامت اور خیر خواہی اور تدبیر اور جاں نثاری اُس کی جانتے تھے اور اکثر اُس کی بات مانتے تھے، بعد تامل کے فرمایا: خرد مند کو بُلالو۔ بارے جب پروانگی ہوئی؛ وزیر حضور میں آیا، آداب بجالایا اور دست بستہ کھڑا رہا۔ دیکھا تو بادشاہ کی عجب سے صورت بن رہی ہے کہ زار بہ زار رونے اور دُبلاپے سے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور چہرہ زرد ہو گیا ہے۔ خرد مند کو تاب نہ رہی، بے اختیار دوڑ کر قدموں پر جا گرا۔ بادشاہ نے ہاتھ سے سر اُس کا اُٹھایا اور فرمایا: لو! مجھے دیکھا، خاطر جمع ہوئی۔ اب جاؤ، زیادہ مجھے نہ ستاؤ، تم سلطنت کرو۔

خرد مند سن کر، ڈاڑھ مار کر رویا اور عرض کی: غلام کو آپ کے تصدق سلامتی سے ہمیشہ بادشاہت میسر ہے، لیکن جہاں پناہ کی یک بہ یک اس طرح کی گوشہ گیری سے تمام ملک میں تہلکہ پڑ گیا ہے، اور انجام اس کا اچھا نہیں۔ یہ کیا خیال مزاج مبارک میں آیا! اگر اس خانہ زاد موروثی کو بھی محرم اس راز کا کیجیے، تو بہتر ہے، جو کچھ عقلِ ناقص میں آوے، التماس کرے۔ غلاموں کو جو یہ سرفرازیاں بخشی ہیں، اسی دن کے واسطے کہ بادشاہ عیش و آرام کریں اور نمک پروردے تدبیر میں ملک کی رہیں۔ خدانہ خواستہ جب فکر مزاجِ عالی کے لاحق ہوئی، تو بندہ ہائے بادشاہی کس دن کام آویں گے!

بادشاہ نے کہا: سچ کہتا ہے، پر جو فکر میرے جی کے اندر ہے، سو تدبیر سے باہر ہے۔ سن اے خرد مند! میری ساری عمر اسی ملک گیری کے دردِ سر میں کٹی، اب یہ سن و سال ہوا، آگے موت باقی ہے، سو اس کا بھی پیغام آیا کہ سیاہ بال سفید ہو چلے۔ وہ مثل ہے: ساری رات سوئے، اب صبح کو بھی نہ جاگیں! اب تک ایک بیٹا پیدا نہ ہوا، جو میری خاطر جمع ہوتی؛ اس لیے دل سخت اُداس ہوا اور میں سب کچھ چھوڑ بیٹھا۔ جس کا جی چاہے ملک لے یا مال لے، مجھے کچھ کام نہیں؛ بلکہ کوئی دن میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ سب چھوڑ چھاڑ کر، جنگل اور پہاڑوں میں نکل جاؤں اور منھ اپنا کسو کو نہ دکھاؤں۔ اسی طرح یہ چند روز کی زندگی بسر کروں۔ اگر کوئی مکان خوش آیا، تو وہاں بیٹھ کر بندگی اپنے معبود کی بجالاؤں گا، شاید عاقبت بہ خیر ہو اور دنیا کو تو خوب دیکھا، کچھ مزہ نہ پایا۔ اتنی بات بول کر اور ایک آہ بھر کر بادشاہ چپ ہوئے۔

خرد مند اُن کے باپ کا وزیر تھا۔ جب یہ شہزادے تھے، تب سے محبت رکھتا تھا؛ علاوہ، دانا اور نیک اندیش تھا: کہنے لگا: خدا کی جناب سے ناامید ہونا ہرگز مناسب نہیں۔ جس نے ہیژدہ ہزار عالم کو ایک حکم میں پیدا کیا، تمھیں اولاد دینی اُس کے نزدیک کیا بڑی بات ہے۔ قبلۂ عالم! اس تصورِ باطل کو دل سے دُور کرو، نہیں تو تمام عالم درہم برہم ہو جاوے گا اور یہ سلطنت کس کس کی محنت اور مشقت سے تمھارے بزرگوں نے اور تم نے پیدا کی ہے، ایک ذرا میں ہاتھ سے نکل جائے گی اور بے خبری سے ملک ویران ہو جائے گا؛ خدانہ خواستہ بدنامی حاصل ہو گی۔ اس پر بھی بازپرس روزِ قیامت کی ہُوا چاہے کہ تجھے بادشاہ بنا کر اپنے بندوں کو تیرے حوالے کیا تھا؛ تُو ہماری رحمت سے مایوس ہوا اور رعیت کو حیران پریشان کیا؛ اس سوال کا کیا جواب دوگے؟ پس عبادت بھی اُس روز کام نہ آوے گی، اس واسطے کہ آدمی کا دل خدا کا گھر ہے؛ اور بادشاہ فقط عدل کے واسطے پوچھے جائیں گے۔ غلام کی بے ادبی معاف ہو، گھر سے نکل جانا اور جنگل جنگل پھرنا، کام جوگیوں اور فقیروں کا ہے، نہ کہ بادشاہوں کا؛ تم اپنے جوگا کام کرو۔ خدا کی یاد اور بندگی جنگل، پہاڑ پر موقوف نہیں۔ آپ نے یہ بیت سنی ہو گی؟

خدا اِس پاس ، یہ ڈھونڈھے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں ، لڑکا بغل میں

اگر منصفی فرمایئے اور اس فدوی کی عرض قبول کیجیے، تو بہتر یوں ہے کہ جہاں پناہ ہر دم اور ہر ساعت دھیان اپنا خدا کی طرف لگا کر دعا مانگا کریں۔ اُس کی درگاہ سے کوئی محروم نہیں رہا۔ دن کو بندوبست ملک کا اور انصاف عدالت غریب غربا کی فرماویں؛ تو بندے خدا کے دامنِ دولت کے سائے میں امن وامان، خوش گزران رہیں۔ اور رات کو عبادت کیجیے اور دُرود پیمبر کی روحِ پاک کو نیاز کر کر، درویش گوشہ نشین، متوکلوں سے مدد لیجیے اور روز راتب یتیم، اسیر، عیال داروں، محتاجوں اور رانڈ بیواؤں کو کر دیجیے۔ ایسے اچھے کاموں اور نیک نیتوں کی برکت سے، خدا چاہے تو امید قوی ہے کہ تمھارے دل کے مقصد اور مطلب سب پورے ہوں اور جس واسطے مزاج عالی مکدر ہو رہا ہے، وہ آرزو بر آوے اور خوشی خاطرِ شریف کو ہو جاوے۔ پروردگار کی عنایت پر نظر رکھیے کہ وہ ایک دم میں جو چاہتا ہے، سو کرتا ہے۔ بارے خردمند وزیر کی ایسی ایسی عرض معروض کرنے سے آزاد بخت کے دل کو ڈھارس بندھی، فرمایا: اچھا! تو جو کہتا ہے، بھلا یہ بھی کر دیکھیں! آگے جو اللہ کی مرضی ہے، سو ہو گا۔

جب بادشاہ کے دل کو تسلی ہوئی، تب وزیر سے پوچھا کہ اور سب امیر و دبیر کیا کرتے ہیں اور کس طرح ہیں؟ اُس نے عرض کی کہ سب ارکان دولت قبلۂ عالم کے جان ومال کو دعا کرتے ہیں، آپ کی فکر سے سب حیران و پریشان ہو رہے ہیں۔ جمال مبارک اپنا دکھایئے، تو سب کی خاطر جمع ہووے، چناں چہ اس وقت دیوان عام میں حاضر ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم کیا: ان شاءاللہ تعالیٰ کل دربار کروں گا، سب کو کہہ دو حاضر رہیں۔ خردمند یہ وعدہ سن کر خوش ہوا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا دی کہ جب تلک یہ زمین و آسمان برپا ہیں، تمھارا تاج و تخت قائم رہے اور حضور سے رخصت ہو کر خوشی خوشی باہر نکلا اور یہ خوش خبری امراؤں سے کہی۔ سب امیر ہنسی خوشی گھر کو گئے۔ سارے شہر میں آنند ہو گئی۔ رعیّت پرجا مگن ہوئے کہ کل بادشاہ دربارِ عام کرے گا۔ صبح کو سب خانہ زاد، اعلیٰ ادنیٰ اور ارکانِ دولت چھوٹے بڑے، اپنے اپنے پائے اور مرتبے پر آ کر کھڑے ہوئے اور منتظر جلوۂ بادشاہی کے تھے۔

جب پہر دن چڑھا، ایک بارگی پردہ اُٹھا اور بادشاہ نے برآمد ہو کر تختِ مبارک پر جلوس فرمایا۔ نوبت خانے میں شادیانے بجنے لگے۔ سبھوں نے نذریں مبارک بادی کی گزرانیں اور مُجرے گاہ میں تسلیمات و کورنشات بجالائے۔ موافق قدر و منزلت کے ہر ایک کو سرفرازی ہوئی۔ سب کے دل کو خوشی اور چین ہوا۔ جب دوپہر ہوئی، برخاست ہو کر اندرونِ محل داخل ہوئے۔ خاصہ نوش جان فرما کر خواب گاہ میں آرام کیا۔

اُس دن سے بادشاہ نے یہی مقرر کیا کہ ہمیشہ صبح کو دربار کرنا اور تیسرے پہر کتاب کا شغل یا وِرد وظیفہ پڑھنا اور خدا کی درگاہ میں توبہ استغفار کر کر اپنے مطلب کی دعا مانگنی۔ ایک روز کتاب میں بھی لکھا دیکھا کہ اگر کسو شخص کو غم یا فکر ایسی لاحق ہو کہ اُس کا علاج تدبیر سے نہ ہو سکے، تو چاہیے کہ تقدیر کے حوالے کرے اور آپ گورستان کی طرف رجوع کرے۔ دُرود طفیل پیغمبر کی روح کے اُن کو بخشے اور اپنے تئیں نیست و نابود سمجھ کر، دل کو اس غفلت دنیاوی سے ہشیار رکھے اور عبرت سے رووے اور خدا کی قدرت کو دیکھے کہ مجھ سے آگے کیسے کیسے صاحبِ ملک و خزانہ اس زمین پر پیدا ہوئے، لیکن آسمان نے سب کو اپنی گردش میں لا کر خاک میں ملا دیا۔ یہ کہاوت ہے:

چلتی چکی دیکھ کر، دیا کبیرا رو
دو پاٹن کے بیچ آ، ثابت گیا نہ کو

اب جو دیکھیے، سوائے ایک مٹی کے ڈھیر کے، اُن کا کچھ نشان باقی نہیں رہا اور سب دولت دنیا، گھر بار، آل اولاد، آشنا دوست، نوکر چاکر، ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر اکیلے پڑے ہیں۔ یہ سب اُن کے کچھ کام نہ آیا؛ بلکہ اب کوئی نام بھی نہیں جانتا کہ یہ کون تھے اور قبر کے اندر کا احوال معلوم نہیں کہ کیڑے، مکوڑے، چیونٹے، سانپ اُن کو کھا گئے، یا اُن پر کیا بیتی اور خدا سے کیسی بنی۔ یہ باتیں اپنے دل میں سوچ کر، ساری دنیا کو چیکھنے کا کھیل جانے، تب اُس کے دل کا غنچہ ہمیشہ شگفتہ رہے گا، کسو حالت میں پژمردہ نہ ہو گا۔

یہ نصیحت جب کتاب میں مطالعہ کی، بادشاہ کو خردمند وزیر کا کہنا یاد آیا اور دونوں کو مطابق پایا۔ یہ شوق ہوا کہ اس پر عمل کروں؛ لیکن سوار ہو کر اور بھیڑ بھاڑ لے کر بادشاہوں کی طرح سے جانا اور پھرنا، مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ لباس بدل کر رات کو اکیلے مقبروں میں، یا کسی مردِ خدا گوشہ نشین کی خدمت میں جایا کروں اور شب بیدار رہوں یا شاید ان مردوں کے وسیلے سے دنیا کی مراد اور عاقبت کی نجات میسر ہو۔

یہ بات دل میں مقرر کر کر، ایک روز رات کو موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر کچھ روپے اشرفی لے کر چپکے قلعے سے باہر نکلے اور میدان کی راہ لی۔ جاتے جاتے ایک گورستان میں پہنچے۔ نہایت صدقِ دل سے دُرود پڑھ رہے تھے، اور اُس وقت بادِ تُند چل رہی تھی، بلکہ آندھی کہا چاہیے۔ ایک بار گی بادشاہ کو دُور سے ایک شعلہ سا نظر آیا کہ مانند صبح کے تارے کے روشن ہے۔ دل میں اپنے خیال کیا کہ اس آندھی اور اندھیرے میں یہ روشنی خالی حکمت سے نہیں۔ یا یہ طلسم ہے کہ اگر پھٹکری اور گندھک کو چراغ میں بتی کے آس پاس چھڑک دیجیے؛ تو کیسی ہی ہوا چلے، چراغ گل نہ ہو گا۔ یا کسو ولی کا چراغ ہے کہ جلتا ہے۔ جو کچھ ہو سو ہو، چل کر دیکھنا چاہیے؛ شاید اس شمع کے نور سے میرے بھی گھر کا چراغ روشن ہو اور دل کی مراد ملے۔

یہ نیت کر کے اُس طرف کو چلے۔ جب نزدیک پہنچے، دیکھا تو چار فقیر بے نوا، کفنیاں گلے میں ڈالے اور سر زانو پر دھرے، عالم بے ہوشی میں خاموش بیٹھے ہیں اور ان کا یہ عالم ہے جیسے کوئی مسافر اپنے ملک اور قوم سے بچھڑ کر، بے کسی اور مفلسی کے رنج و غم میں گرفتار ہو کر حیران رہ جاتا ہے، اسی طرح سے یہ چاروں نقشِ دیوار ہو رہے ہیں۔ اور ایک چراغ پتھر پر دھرا ٹمٹما رہا ہے۔ ہرگز ہَوا اس کو نہیں لگتی، گویا فانوس اس کی آسمان بنا ہے کہ بے خطرے جلتا ہے۔

آزاد بخت کو دیکھتے ہی یقین آیا کہ مقرر تیری آرزو، اِن مردانِ خدا کے قدم کی برکت سے بر آوے گی اور تیری اُمید کا سُوکھا درخت ان کی توجہ سے ہرا ہو کر پھلے گا۔ ان کی خدمت میں چل کر اپنا احوال کہہ اور مجلس کا شریک ہو؛ شاید تجھ پر رحم کھا کر دعا کریں، جو بے نیاز کے یہاں قبول ہو۔ یہ ارادہ کر کے چاہا کہ قدم آگے دھرے، وہیں عقل نے سمجھایا کہ اے بے وقوف! جلدی نہ کر، ذرا دیکھ لے۔ تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور کیدھر جاتے ہیں! کیا جانیں یہ دیو ہیں یا غولِ بیابانی ہیں کہ آدمی کی صورت بن کر باہم مل بیٹھے ہیں۔ بہ ہر صورت، جلدی کرنا اور ان کے درمیان جا کر مخل ہونا خوب نہیں۔ ابھی ایک گوشے میں چھپ کر حقیقت ان درویشوں کی جانا چاہیے۔ آخر بادشاہ نے یہی کیا کہ ایک کونے میں اُس مکان کے چپکا جا بیٹھا کہ کِسو کو اُس کے آنے کی آہٹ کی خبر نہ ہوئی۔ اپنا دھیان اُن کی طرف لگایا کہ دیکھیے آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں؟

اتفاقاً ایک فقیر کو چھینک آئی، شکر خدا کا کیا۔ وہ تینوں قلندر اُس کی آواز سے چونک پڑے، چراغ کو اُکسایا۔ ٹھیپ تو روشن تھا، اپنے اپنے بستروں پر حقے بھر کر پینے لگے۔ ایک اُن آزادوں میں سے بولا: اے یارانِ ہم درد و رفیقانِ جہاں گرد! ہم چار صورتیں، آسمان کی گردش سے اور لیل و نہار کے انقلاب سے، در بہ در خاک بہ سر، ایک مدت پھریں۔ الحمدُ للہ! کہ طالع کی مدد اور قسمت کی یاوری سے آج اس مقام پر باہم ملاقات ہوئی اور کل کا احوال کچھ معلوم نہیں کہ کیا پیش آوے! ایک گت رہیں یا جدا جدا ہو جاویں۔ رات بڑی پہاڑ ہوتی ہے، ابھی سے پڑ پڑ رہنا خوب نہیں، اس سے یہ بہتر ہے کہ اپنی اپنی سرگذشت، جو اس دنیا میں جس پر بیتی ہو (بہ شرط یہ کہ جھوٹ اُس میں کوڑی بھر نہ ہو) بیان کرے، تو باتوں میں رات کٹ جائے۔ جب تھوڑی شب باقی رہے، تب لوٹ پوٹ رہیں گے۔ سبھوں نے کہا: یا ہادی! جو کچھ ارشاد ہوتا ہے، ہم نے قبول کیا؟ پہلے آپ ہی اپنا احوال (جو دیکھا ہے) شروع کیجیے تو ہم مستفید ہوں۔

(باغ و بہار)

میر امن دہلوی (۱۷۴۸ء تا ۱۸۰۶ء)

میر امن کا خاندان شہنشاہ ہمایوں کے عہدِ حکومت سے عالم گیر ثانی کے دورِ اقتدار تک منصب داروں میں شامل رہا لیکن جاٹوں، احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ درانی نے جب دلی کو تاراج کیا تو ان پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ مجبوراً دلی سے ہجرت کر کے پٹنہ اور پھر کلکتہ پہنچے۔ میر بہادر علی حسینی کے ذریعے جان گل کرسٹ سے جان پہچان بڑھی اور یہیں سے فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہو کر ۱۸۰۶ء تک تصنیف و تالیف کا کام سرانجام دیتے رہے۔

فورٹ ولیم کالج میں میر امن نے ہندوستانی شعبے میں خدمات سرانجام دیں کہ فارسی زبان کے معروف قصہ چہار درویش "کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی ذمے داری سونپی گئی جسے انھوں نے "باغ و بہار" کے نام سے مکمل کیا۔ ترجمہ اتنا عمدہ، رواں اور سلیس تھا کہ کالج انتظامیہ کی طرف سے نقد انعام سے نوازا گیا۔ "باغ و بہار" بنیادی طور پر تو ترجمہ ہے لیکن شہرت اور نام وری کے اعتبار سے اصل کتاب سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ ترجمہ اتنا خوب صورت، رواں اور سلیس ہے کہ اس پر طبع زاد کا گماں ہوتا ہے۔ جس میں میر امن نے دلی کی معاشرتی، سماجی اور ثقافتی زندگی کے چلتے پھرتے مرقعے پیش کر دیے ہیں۔ میر امن نے فارسی اور عربی سے گریز کرتے ہوئے ہندی یا ہندوی بلکہ دلی کی زبان کا استعمال کیا۔ "باغ و بہار" کے علاوہ "گنج خوبی" بھی میر امن کی تصنیف ہے جس کا اصل متن ملا حسین واعظ کاشفی کی "اخلاقِ محسنی" ہے۔

مشق

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) سبق "شروع قصے کا" صنفِ ادب کے لحاظ سے ہے:

الف۔ ڈراما　ب۔ افسانہ　ج۔ داستان　د۔ ناول

(ii) دنیا کی ہر آسائش ہونے کے باوجود بادشاہ کی قسمت کے باغ میں کیا نہیں تھا؟

الف۔ فرزند　ب۔ موسم بہار　ج۔ مال و دولت　د۔ شاہی خزانہ

(iii) بادشاہ آزاد بخت روزہ کھولنے کے وقت کھاتے:

الف۔ خاصہ　ب۔ ایک چھوہارا　ج۔ مرغ مسلم　د۔ بہترین کھانا

(iv) رفتہ رفتہ تمام ملک میں خبر پھیل گئی کہ بادشاہ نے بادشاہت سے ہاتھ کھینچ کر اختیار کر لی ہے:

الف۔ وزارتِ اعلیٰ　ب۔ سالاری　ج۔ گوشہ نشینی　د۔ خاک ساری

(v) بادشاہ آزاد بخت کے وزیر کا نام تھا:

الف۔ عقل مند　ب۔ ذی عقل　ج۔ عالی بخت　د۔ خرد مند

(vi) بادشاہ آزاد بخت ایک رات چپکے سے قلعے سے نکل کر کہاں پہنچے؟

الف۔ ایک محل میں　ب۔ دوسرے شہر میں　ج۔ ایک گورستان میں　د۔ ایک میدان میں

(vii) کتنے فقیر اپنے اپنے سر زانو پہ دھرے، عالمِ بے ہوشی میں خاموش بیٹھے تھے؟

الف۔ تین　ب۔ چار　ج۔ پانچ　د۔ چھے

۲۔ سبق "شروع قصے کا" کو فہم کے ساتھ پڑھ کر مصنف کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج ذیل سوالات کے جواب دیں:

الف۔ روم ملک کے شہنشاہ کی حکومت کی کیا خوبیاں بتائی گئی ہیں؟

ب۔ بادشاہ آزاد بخت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں۔

ج۔ میر امن دہلوی کی "باغ و بہار" داستان کے اس حصے کا کیا مقصد ہے؟ بادشاہ آزاد بخت کے کردار کے حوالے سے وضاحت کریں۔

د۔ میر امن دہلوی نے اس سبق میں داستان گوئی کے اسلوب کو کہاں تک نبھایا ہے؟ (سبق کی تدریس سے قبل استادِ محترم یا استانی صاحبہ کے بتائے گئے نکات کی روشنی میں تبصرہ لکھیں۔)

ہ۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے متعلق کیا خبر پھیل گئی؟

و۔ خرد مند وزیر نے بادشاہ کو معاملات سلطنت میں دوبارہ دل چسپی لینے کے لیے کس طرح آمادہ کیا؟

ز۔ بادشاہ نے اپنے لیے صبح اور تیسرے پہر کی کیا مصروفیت تلاش کی؟

ح۔ بادشاہ نے قبرستان میں فقیروں کو کس حالت میں دیکھا؟

ط۔ بادشاہ نے اپنی سواری اور شاہی لباس میں گورستان جانا کیوں پسند نہیں کیا؟

۳۔ درج ذیل دو عبارتیں دی جا رہی ہیں۔ ایک سبق کے آغاز اور دوسری درمیان سے لی گئی ہے۔ دو طلبہ ان عبارتوں کی درست تلفظ کے ساتھ بلند خوانی کریں۔ باقی طلبہ آغاز/درمیان سے لی گئی ان عبارتوں کو سن کر اس سبق کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کرکے سیاق و سباق کو سمجھیں اور پھر سبق کے موضوع کو اپنے الفاظ میں بیان کریں:

(سبق کے آغاز سے لی گئی عبارت)

اب آغاز قصے کا کرتا ہوں، ذرا کان دھر کر سنو اور منصفی کرو۔ سیر میں چار درویش کی یوں لکھا ہے اور کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک میں کوئی شہنشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اُس کی ذات میں تھی۔ نام اُس کا آزاد بخت اور شہر قسطنطنیہ (جس کو استنبول کہتے ہیں)، اُس کا پائے تخت تھا۔ اُس کے وقت میں رعیت آباد، خزانہ معمور، لشکر مرفہ، غریب غربا آسودہ؛ ایسے چین سے گزران کرتے اور خوشی سے رہتے کہ ہر ایک کے گھر میں دن عید اور رات شب برات تھی۔ اور جتنے چور چکار، جیب کترے، صبح خیزے، اُٹھائی گیرے، دغا باز تھے؛ سب کو نیست و نابود کرکے، نام و نشان اُن کا اپنے ملک بھر میں نہ رکھا تھا۔ ساری رات دروازے گھروں کے بند نہ ہوتے اور دکانیں بازار کی کھلی رہتیں۔ راہی، مسافر جنگل میدان میں سونا اُچھالتے چلے جاتے؟ کوئی نہ یہ پوچھتا کہ تمھارے منھ میں کے دانت ہیں اور کہاں جاتے ہو؟

(سبق کے درمیان سے لی گئی عبارت)

اگر منصفی فرمایئے اور اس فدوی کی عرض قبول کیجیے، تو بہتر یوں ہے کہ جہاں پناہ ہر دم اور ہر ساعت دھیان اپنا خُدا کی طرف لگا کر دعا مانگا کریں۔ اُس کی درگاہ سے کوئی محروم نہیں رہا۔ دن کو بند و بست ملک کا اور انصاف عدالت غریب غربا کی فرماویں؛ تو بندے خُدا کے دامنِ دولت کے سائے میں امن و امان، خوش گزران رہیں اور رات کو عبادت کیجیے اور دُرود پیمبر کی روحِ پاک کو نیاز کر کر، درویش گوشہ نشین، متوکلوں سے مدد لیجیے اور روز راتب یتیم، اسیر، عیال داروں، محتاجوں اور رانڈ بیواؤں کو کر دیجیے۔ ایسے اچھے کاموں اور نیک نیتوں کی برکت سے، خدا چاہے تو امید قوی ہے کہ

تمھارے دل کے مقصد اور مطلب سب پورے ہوں اور جس واسطے مزاج عالی مکدر ہو رہا ہے، وہ آرزو بر آوے اور خوشی خاطرِ شریف کو ہو جاوے۔ پروردگار کی عنایت پر نظر رکھیے کہ وہ ایک دم میں جو چاہتا ہے، سو کرتا ہے۔ بارے خردمند وزیر کی ایسی ایسی عرض معروض کرنے سے آزاد بخت کے دل کو ڈھارس بندھی، فرمایا: اچھا! تُو جو کہتا ہے، بھلا یہ بھی کر دیکھیں! آگے جو اللہ کی مرضی ہے، سو ہوگا۔

مدرجِ ذیل میں ایک افسانوی اور ایک غیر افسانوی انتخاب دیا جا رہا ہے، آپ انھیں پڑھ کر ان میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے روز مرہ گفت گو میں استعمال کریں:

"سیرت النبی ﷺ" سے اقتباس (غیر افسانوی انتخاب)

آپ ﷺ نہایت نرم مزاج، خوش اخلاق اور نیک سیرت تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ ہنستا تھا، وقار و متانت سے گفتگو فرماتے تھے، کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے۔ مجالسِ صحبت میں لوگوں کی ناگوار باتوں کو برداشت فرماتے اور اِس کا اِظہار نہ کرتے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جب نکاح ہوا اور دعوتِ ولیمہ کی تو کچھ لوگ کھانا کھا کر وہیں بیٹھے رہے۔ اس وقت پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی مجلس میں شریک تھیں۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ اٹھ جائیں لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے۔ لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آپ ﷺ اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حُجرے تک گئے، واپس آئے تو اُسی طرح مجمع موجود تھا، پھر واپس چلے گئے اور دوبارہ تشریف لائے، پردے کی آیت اِسی موقعے پر اتری۔

حجۃ الوداع میں آں حضرت ﷺ صدقات کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ دو صاحب آکر شامل ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ تنومند اور ہاتھ پاؤں کے دُرست معلوم ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اس میں سے دے سکتا ہوں لیکن غنی اور تن دُرست، کام کرنے کے لائق لوگوں کا اِس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اشفاق احمد کے افسانے "محسن محلہ" سے اقتباس (افسانوی انتخاب)

سردیوں کی ایک شام مالک مکان نے ماسٹر الیاس کو بڑے سخت الفاظ میں ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر اس نے تین دن کے اندر اندر گذشتہ چھے ماہ کا کرایہ ایک ساتھ ادا نہ کیا تو وہ اس کا سامان نکال کر باہر پھینک دے گا۔ ماسٹر جی کی خوف کے مارے گھگھی بندھ گئی۔ کیوں کہ ان کے پاس ایک سو اسی روپے یک مُشت موجود نہیں تھے۔ صرف چالیس روپے تھے، جن کے ساتھ دس کا ایک نوٹ اور پرو کر انھوں نے پچاس بنا لیے تھے۔ پہلے تو مالک مکان پچیس، تیس، چالیس، پچاس لے کر آگے کی تاریخ دے دیا کرتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ وہ تنگ ہو گیا اور اس نے دھاگے میں پروئے ہوئے پچاس روپے اصیل مرغے کے آگے پھینک کر کہا: "جاؤ، نئے! میں نہیں لیتا۔ مجھے پورے ایک سو اسی کر کے دے۔"

جب وہ یہ کہ کر چلا گیا تو ماسٹر الیاس نے پچاس روپے فرش پر سے اٹھا کر اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال لیے۔ پھر وہ اپنی کوٹھڑی کے اندر جا کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ چوں کہ وہ اظہار کے معاملے میں کم زور تھے اس لیے ان کو رونا بھی نہیں آتا تھا۔ دکھی سے ہو کر بیٹھ گئے اور شدید غم کے باعث ان کی گھگھی بندھ گئی اور یہ پہلا موقع تھا کہ روئے بغیر کسی شخص کی گھگھی بندھی ہو!

وعدے کے مطابق مالک مکان نے ان کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ ماسٹر صاحب کی چارپائی ٹرانسفار مر والے دو کھمبوں کے پیچھے لگا دی اور ان کا باقی سامان اس کے ارد گرد چُن دیا۔ اس نے کوٹھڑی کو نیا چینی تالا لگایا اور اسکوٹر پر سوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اِس کا گھر اس محلے سے کافی دُور تھا اور وہ اپنی کوٹھڑیوں کا کرایہ وصول کرنے ماہ بہ ماہ آیا کرتا تھا۔

مختلف نثری اصنافِ ادب:

i۔ کہانی:

کہانی کا مطلب ہے کسی واقعے، حکایت یا قصے کو دلچسپ انداز میں اس طرح بیان کرنا کہ پڑھنے والا اس سے ذہنی اور قلبی تعلق اور فرحت محسوس کرے اور اس کا انجام یا نتیجہ معلوم کرنے کے لیے ایک ہی نشست میں اسے پڑھ ڈالے۔ کہانی لکھنا باقاعدہ ایک فن ہے۔ اس میں انشاپردازی کی مشق کے ساتھ ساتھ خیال کی قوت کو استعمال میں لانا ضروری ہوتا ہے۔ طبع زاد کہانی سے مراد خود سے سوچی ہ ٔی کہانی جو دوسری کہانیوں سے مختلف ہو۔ اس کے علاوہ ایک لوک کہانی بھی ہوتی ہے۔ ہر علاقے کی اپنی لوک کہانیاں ہوتی ہیں جو کہ اپنی تہذیب و تمدن کی علم بردار ہی نہیں بلکہ ایک قیمتی سرمایہ بھی ہوتی ہیں۔ ایسے مخصوص علاقے کی نمائندگی کرنے والی کہانیوں کا کوئی مصنف نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک نسل سے دوسری نسل تک سینہ بہ سینہ چلتی ہیں۔ ان لوک کہانیوں کے ذریعے آئندہ نسلوں کی ذہنی، فکری تربیت کا سامان کیا جاتا ہے۔ ان میں امن، اخلاص، حب الوطنی، اخوت، ایثار اور بہادری جیسی صفات اجاگر کی جاتی ہیں۔ لوک کہانی پر اپنے علاقے کے سماجی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی عوامل اثرانداز ہوتے ہیں۔

الغرض ''کہانی'' سننے اور سنانے کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ ہم میں سے اکثر نے بچپن کے دنوں اپنے گھر کے بوڑھے، بوڑھیوں سے کوئی نہ کوئی ضرور سنی ہوگی۔ بعض کہانیاں دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہوتی ہیں۔ کہانی لکھنے کے لیے عموماً کوئی واقعہ ہوتا ہے۔ کہانی کا کوئی نہ کوئی اخلاقی نتیجہ ہوتا ہے۔

ii۔ داستان

''داستان'' اصنافِ نثر کی وہ طویل صنف ہے جس میں مافوق الفطرت عناصر اور دوسرے لوازمات کی مدد سے قصہ در قصہ یا داستان در داستان کہانی بیان کی جاتی ہے۔ داستان کی بنیاد تخیل، رومان اور مافوق الفطرت عناصر پر ہوتی ہے۔ فی زمانہ داستان گوئی کی روایت تقریباً ناپید ہو چکی ہے۔ داستان کے اجزائے ترکیبی اور خصوصیات میں پلاٹ، تخیل اور رُومان، مافوق الفطرت عناصر، مثالی کردار، حیرت انگیز اور غیر معمولی واقعات، اخلاق آموزی، تہذیب و معاشرت کی عکاسی وغیرہ اہم ہیں۔

عام طور پر ملا وجہی کی لکھی ہوئی ''سب رس'' کو اردو داستانوں کے سلسلے کی پہلی کڑی قرار دیا جاتا ہے تاہم کچھ لوگ میر حسین عطا حسین کی ''نو طرزِ مرصع'' کو اردو کی پہلی باقاعدہ داستان کہتے ہیں۔ آج اگرچہ داستان گوئی معدوم ہو چکی ہے لیکن اردو ناول اور افسانے کے ارتقائی تسلسل کے حوالے سے اردو داستان اولین سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

iii۔ ناول

ناول (novel) اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں: انوکھا، نرالا اور عجیب۔ ناول سے مراد ایسی طویل کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو ایک خاص سلیقے قرینے کے ساتھ اس طرح بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کی اس میں دل چسپی پیدا ہو۔ یہ دل چسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے۔ ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہء نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو گویا حقیقت نگاری کو ناول کے لیے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا

ہے۔واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔یعنی انسانی زندگی کے حالات وواقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزا: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے، زبان وبیان، منظر نگاری

موضوع، کہانی، واقعات اور کرداروں کے لحاظ سے ناول کی مختلف اقسام ہوتی ہیں جن میں تاریخی ناول، جاسوسی ناول، سیاسی ناول، اصلاحی ناول، سائنسی ناول، معاشرتی ناول اور نفسیاتی ناول اہم سمجھے جاتے ہیں۔ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا پہلا ناول نگار قرار دیا جاتا ہے۔اُن کے لکھے ہوئے ''مرآۃ العروس'' کو اردو پہلا ناول ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

iv۔افسانہ:

افسانے کو جدید سائنسی، مشینی اور صنعتی دور کی پیداوار صنف ادب کہا جاتا ہے۔آج کے مصروف انسان کے پاس اتنا وقت ہے ہی کہاں کہ وہ بھاری بھرکم داستانیں اور ناول پڑھنے بیٹھ جائے۔اس لیے انسان نے تھوڑے وقت میں ذہنی تسکین و تفریح کا سامان کرنے کے لیے صنفِ ادب افسانے کو فروغ دیا۔ لغت میں افسانہ ایک فرضی کہانی کو کہتے ہیں۔ادبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی مختصر فکری کہانی ہوتی ہے جو زندگی کا ایک جزو پیش کرتی ہے۔افسانہ: اختصار اور وحدت تاثر کی حامل بھی ایک کہانی ہوتی ہے۔افسانہ یا مختصر افسانہ کم سے کم آدھے گھنٹے میں ایک ہی نشست میں پڑھا جانے والا ایسا قصہ ہوتا ہے جس میں کسی ایک واقعے یا زندگی کے کسی ایک پہلو یا ایک کردار، ایک تجربے یا ایک تاثر کو اختصار اور دل چسپی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

افسانے کے اجزائے ترکیبی میں: پلاٹ، کردار، نقطہ نظر یا مرکزی خیال، مکالمہ، آغاز و اختتام اور اسلوب بیان، وحدت تاثر، اختصار، موضوع پر گرفت اور مقصدیت شامل ہیں۔علامہ راشد الخیری اور منشی پریم چند کو اردو کے اولین افسانہ نگار قرار دیا جاتا ہے۔

v۔ڈراما

ڈراما یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ(drao) سے مشتق ہے۔جس کے معنی ہیں عمل یا کر کے دکھانا۔ڈرامے کی ابتدا بھی یونان سے ہوئی۔ برِ صغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔راجا بکرماجیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈراما ''شکنتلا'' دنیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔بعض ماہرین فن نے اردو ڈرامے کی باقاعدہ ابتدا کو نواب واجد علی شاہ کے عہد سے جوڑا ہے۔انھی کے عہد میں امانت لکھنوی کے لکھے ہوئے ''اِندر سبھا'' کو اردو کا پہلا ڈراما قرار دیا جاتا ہے۔

ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

ا۔ طربیہ ڈراما: وہ ڈراما جس میں ہنسی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

المیہ ڈراما: وہ ڈراما جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہ ناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈراما عمل (حرکت) اور الفاظ (مکالمے) کے ذریعے پیش کی جانے والی کہانی کو کہتے ہیں۔انسانی زندگی کی عملی تصویر ہونے کے باعث، انسانی معاشرے اور زندگی کا کوئی بھی پہلو یا زاویہ ڈرامے کا موضوع ہو سکتا ہے۔ڈرامے کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار نگاری، ارتقائی عمل، کش مکش، مکالمے، اسٹیج، حرکات و سکنات، اختتامی عمل

vi۔ادبی اسلوب

ادبی اسلوب اس وقت تشکیل پاتا ہے جب کوئی مصنف یا شاعر اپنے خیالات کے اظہار کے لیے موزوں زبان پالیتا ہے۔ خیال، سوچ، اور تصور سب کچھ الفاظ کی صورت میں ڈھل کر ایسی صورت اختیار کر جاتے ہیں کہ زبان اور الفاظ کے بغیر اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔اسلوب بنیادی طور پر اپنے خیالات اور احساسات کو اظہار کے ذریعے دوسروں تک پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے۔ابلاغ،اسلوب کی بنیادی صفت ہے۔ادبی اسلوب میں لکھنے والے کی شخصیت، کردار،اس کے نقطہ نظر اور نظریات کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔اسلوب کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: نثری، شعری۔

۵۔گذشتہ جماعتوں کی نصابی کتاب میں پڑھی گئی مختلف نثری اصناف ادب ''چغل خور'' (کہانی۔جماعت دہم)، دہلیز (ڈراما۔گیارھویں جماعت) جب کہ محشر (افسانہ)، کئی چاند تھے سرِ آسماں (ناول)، شروع قصے کا (داستان) کے شاملِ نصاب حصے پڑھ کر ان کے ادبی اسلوب میں امتیاز کریں۔

۶۔مدرج بالا اصنافِ ادب کی عبارتوں کو پڑھ کر ان میں درج معلومات اور تصورات کی پیش کش پر تبصرہ کرتے ہوئے قارئین پر ان کے اثرات کا تجزیہ کریں۔جہاں مشکل پیش آئے اپنے استادِ محترم /استانی صاحبہ سے رہ نمائی حاصل کریں۔

۷۔شاملِ نصاب ڈراما ''رستم و سہراب'' (آغا حشر کاشمیری) اور افسانہ ''ماں جی'' (قدرت اللہ شہاب) کا مطالعہ آپ نے کیا ہے۔ان دونوں اصنافِ ادب کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے تبصرہ و تجزیہ کریں۔(اصناف، موضوعات، پیش کش،ادبی محاسن، مصنف کا نقطۂ نظر، زبان و بیان کا انتخاب،اور قارئین پر اثرات کے لحاظ سے)

۸۔عالمی ثقافتی، معاشرتی، معاشی،اور سماجی رابطوں کے لیے کالج لائبریری سے عوامی جمہوریہ چین اور ترکی کے منتخب افسانوں کے تراجم پر مشتمل مجموعے جاری کرا کے انھیں پڑھیں اور اُن سے متعلقہ معاشروں کی سماجی، تہذیبی،اخلاقی حوالوں سے مختلف معلومات حاصل کریں۔

تراکیب لفظی:

دنیا کی تمام زبانوں کے ادب میں پہلے حرف سے لفظ اور پھر لفظ سے مختلف اصناف ادب کی تخلیق کا ایک طویل اور وقیع سلسلہ شروع ہوا۔ادب کا یہ دھارا اپنی تمام تر جولانی کے ساتھ آج بھی بہے چلا جا رہا ہے۔انسانی معاشرے نے اپنے تنوع کے زیر اثر اپنی زبان اور اس کے مخصوص ذخیرۂ الفاظ کو بھی فروغ دیا۔دنیا میں بولی جانے والی ہر زبان کا اپنا لب و لہجہ، لفظیات،اسلوب اور جداگانہ رنگ و آہنگ ہے۔اردو زبان نے بھی اپنے جنم سے لے کر آج تک اپنے ارتقا کی مختلف منزلیں اور مدارج طے کیے ہیں۔اپنے ذخیرۂ الفاظ کی یہ دولت اُردو آج دنیا کی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔

دو یا دو سے زائد الفاظ مل کر جو آمیختہ بناتے ہیں اور جو نئے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اُسے ترکیب لفظی کہا جاتا ہے۔گویا لفظی ترکیب کو ہم دو یا دو سے زائد الفاظ کا جوڑا کہہ سکتے ہیں جو تشکیل پانے کے بعد نئے معانی دے۔جیسے اہل اور جُنوں دو لفظ ہیں تو ان سے نئی لفظی ترکیب تشکیل پائے گی اہلِ جُنوں۔سایۂ دیوار، عہدِ وفا، اقوامِ مغرب، سایہ دار درخت، بھیگی شام، گرم دن، مال و دولت، صبح و شام وغیرہ

اردو زبان نے اپنی لفظیات، لہجے اور دیگر لسانی نزاکتوں کے لیے زیادہ تر فارسی اور عربی زبان سے فیض اٹھایا ہے اس لیے ترکیب سازی کے بیشتر طریقے بھی فارسی ہی سے مستعار ہیں۔ترکیب سازی کے حوالے سے ماہرین فن نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ فارسی اور عربی کے اصل الفاظ ہی باہم ترکیب میں آ سکتے ہیں۔تاہم بعض صورتوں میں ایک لفظ عربی زبان اور دوسرا فارسی زبان کا لے آئیں یا ان زبانوں کے الفاظ کے ساتھ ہندی یا کسی اور زبان کا لفظ ملا کر لفظی ترکیب بنائی جائے۔عابد علی عابد نے اپنی تصنیف ''البیان'' کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے کہ مختلف لفظی تراکیب کا اظہار، مطالب میں

معاون ہوتا ہے کیوں کہ دو با معنی لفظ مل کر ایک نئی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جس طرح علمِ کیمیا میں مختلف اجزا مل کر ایک نئی چیز بنا دیتے ہیں اسی طرح الگ الگ معانی کے حامل دو لفظ ملنے سے تراکیب کے دونوں اجزا ایک نیا مفہوم حاصل کر لیتے ہیں۔ چناں چہ جس مفہوم کو الگ الگ الفاظ کے ذریعے ادا نہیں کیا جا سکتا وہ مرکبات کے ذریعے بہ حُسن و خوبی قاری کے ذہن تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

۹۔ اس سبق میں استعمال ہونے والی تراکیب لفظی کی شناخت کریں اور ان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی تحریر میں استعمال کریں۔

سرگرمی

درج ذیل میں سے کسی ایک پر برقی تحریر (ای میل) تشکیل دیں:

الف۔ پرنسپل کے نام، تفریحی دورے کی اجازت کے لیے درخواست

ب۔ دوست کے نام اپنی سال گرہ میں شرکت کے لیے ایک دعوت نامہ (غیر رسمی خط)

ج۔ اپنے چچازاد کو ڈاکٹر بننے پر تہنیت نامہ